۷۸۶
۹۲

خاک ہو جائیں گے عدو جل کر مگر ہم تو رضاؔ
دم میں جب تک دم ہے ذکر ان کا سناتے جائیں گے

وان من الشعر لحکمۃ

گلدستۂ نعت

یعنی

انتخاب نعتیہ مشاعرہ ۱۳۸۸ھ

بسلسلہ

عرس اعلیحضرت عظیم البرکت مولانا شاہ احمد رضا خانصاحب

منعقدہ ۲۳ مئی ۱۹۶۹ء مطابق ۲۳ صفر المظفر ۱۳۸۸ھ

دار العلوم امجدیہ عالمگیر روڈ کراچی

فون نمبر ۴۴۳۵۴

شائع کردہ

بزم امجدی رضوی دار العلوم امجدیہ عالمگیر روڈ کراچی

(مشہور آفسٹ پریس کراچی)

۵/

انتساب

نعتیہ مشاعرے کے اس مجموعے کو سرکار دو عالم حضرت
سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، حضور سرکار بغداد
قطب ربانی محبوب سبحانی سیدنا شیخ عبد القادر
جیلانی بغدادی رضی اللہ عنہ اور اعلیٰ حضرت مجدد
دین حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی
رضی اللہ عنہ کی ارواح مقدسہ سے فیوض روحانی
حاصل کرنے کے لئے ان مقدس ہستیوں کی جانب
منسوب کیا جاتا ہے

پاکستان اور عرس اعلیحضرت رضی اللہ عنہ

از مفتی محمد ظفر علی صاحب نعمانی مینجنگ ٹرسٹی دار العلوم امجدیہ ٹرسٹ کراچی

اعلیٰحضرت فاضل بریلوی مولانا شاہ عبد المصطفےٰ احمد رضا خانصاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پاکستان اور ہندوستان کی ان عظیم ہستیوں میں سے ہیں جنہوں نے مسلمانوں کے دلوں میں دینی حمیت اور ناموس رسالت کی بقا کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے پوری زندگی وقف کر دی تھی۔ دنیائے سنیت کے لئے مایۂ ناز شخصیت جس نے اپنے دور میں ملحدانہ نظریات کی بیخ کنی کی عظمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنیوالوں کی سرکوبی کی گستاخانِ بارگاہِ رسالت کا قلع قمع کیا۔ وہ انہوں نے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سرشار رہ کر اور محبتِ نبی میں مسرت ڈوبے ہو رہ کر کبھی دامانِ شریعت اس مضبوطی سے تھاما اور تھامنے کی تلقین کی کہ دشمن بھی اس زہد و تقویٰ اور اتباع سنت کے معترف نظر آتے ہیں۔

اعلیٰحضرت جہاں ایک بے مثال محقق و مجدد ایک بے عدیل مصنف اور ایک لاجواب مناظر تھے وہاں ان کو ادراک شعری بھی اللہ تعالیٰ کی جانب سے فیاضی کے ساتھ عطا ہوا تھا۔ اعلیحضرت کی شاعری جو حقیقتاً قرآن و حدیث کا ترجمہ ہے۔ عشق رسول میں ڈوبی ہوئی اور نعت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

سے بھرپور ہے آپ کا دیوان اس کا آئینہ دار ہے۔ ایک جگہ اپنے دیوان میں فرماتے ہیں :- ع

جان و دل ہوش و خرد سب ہی مدینہ پہنچے
تم نہیں چلتے رضا سارا تو سامان گیا

ان سہ روزہ تقریبات میں نعتیہ مشاعرہ جلسہ دستار فضیلت اور عرس پاک ہوتا ہے۔ اور ہر تقریب اپنے تقدس پاکیزگی اور روحانی لطافت و بالیدگی کا مرقع ہوتی ہے۔ ہر سال نعتیہ مشاعرہ اعلٰے حضرت کے دیوان نعت " حدائق بخشش " کے کسی مصرع کو لے کر شعراء طبع آزمائی کرتے ہیں اس سال کا مصرع طرح یہ تھا

" ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے "

تقریباً ساٹھ شعرائے کرام نے اپنا منظوم نعتیہ کلام پیش کیا اراکین عرس پاک کی کوششوں اور شعراء کرام کے تعاون سے یہ محفل و شعر و سخن ساری رات جاری رہ کر علی الصبح فجر کی اذان پر اختتام پذیر ہوئی، جن شعراء کے کلام نعت اس گلدستہ میں شامل ہیں ان سے شعراء کلام کے ذوق سلیم اور بارگاہ رسالت سے حسن عقیدت کا بخوبی پتہ چل سکتا ہے یہ تقریب مشاعرہ حضرت غزالی دوراں علامہ مولانا سید احمد سعید کاظمی شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ بہاولپور کی صدارت میں اپنے تقدس کے پھول برساتی رہی۔

دوسری تقریب جلسہ کی تھی جو ۲۳ مئی ۶۸ء کو بعد نماز عشاء

دارالعلوم کے پنڈال میں ہوئی جس میں علمائے اہل سنت نے اعلیٰحضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کے علمی کمالات پر بصیرت افروز تقاریر فرمائیں۔ علمائے کرام میں حضرت علامہ سید احمد سعید صاحب کاظمی، حضرت مولانا محمد محسن صاحب فقیہ الشافعی حضرت مولانا محمد شفیع صاحب اوکاڑوی، حضرت مولانا محمد معین الدین صاحب قادری رضوی مہتمم جامعہ قادریہ رضویہ ٹرسٹ لائل پور حضرت مولانا ابوالفتح اللہ بخش صاحب صدر مدرس جامعہ مظفریہ واں بھچراں ضلع میانوالی، مولانا سید سعادت علی صاحب قادری مولانا امیر احمد پیر صاحب جودھپوری حضرت پیر طریقت جناب صوفی محمد فاروق صاحب رحمانی دارالعلوم امجدیہ کے اساتذہ میں حضرت علامہ عبدالمصطفےٰ ازہری حضرت مولانا سید شجاعت علی صاحب قادری، مولانا محمد حسن صاحب حقانی ناظم تعلیمات، مولانا قاری رضاءالمصطفےٰ صاحب مولانا قاری مصلح الدین صاحب، مولانا قاضی محمد عبدالرحمٰن صاحب مولانا انوارالمصطفےٰ صاحب اور مولانا غلام قمرالدین صاحب کے علاوہ دیگر مقامی مقتدر علمائے کرام نے شرکت کی۔ اور اعلےٰ حضرت فاضل بریلوی اور دارالعلوم ہذا سے اپنے قلبی تعلق کا اظہار فرمایا یہ تقریب بھی رات کو ایک بجے کے قریب صلوٰۃ و سلام پر اختتام پذیر ہوئی۔

تیسری تقریب جس کے لئے یہ دونوں تقریبات تمہید کی سی حیثیت رکھتی ہیں، وہ تھی عرس پاک کی تقریب جس کے

ساتھ ہی دارالعلوم ہذا

کے فارغ التحصیل طلبہ کو اسناد فراغت عطا کی گئیں اور دستار بندی کی رسم ادا کی گئی

صبح کو نو بجے سے قرآن خوانی کا سلسلہ جاری ہوا اور دیکھتے دیکھتے دارالعلوم کی مسجد اور اس کے مضافات کا سارا پنڈال قرآن کریم پڑھنے والوں سے بھر گیا اور سیکڑوں کی تعداد میں قرآن کریم ختم کیا گیا۔ تقریباً ساڑھے گیارہ بجے علامہ کاظمی صاحب نے تقریر فرمائی بعدہٗ رسم دستار بندی ہوئی، دورہ حدیث شریف اور حفظ قرآن کریم کے فارغ طلبہ کو اسناد عطا کی گئیں۔

رسم دستار بندی کے بعد حضرت علامہ ازہری صاحب قبلہ شیخ الحدیث دارالعلوم امجدیہ نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت اور ان کے دینی کارناموں پر نہایت جامع اور فاضلانہ تقریر فرمائی نماز جمعہ کا خطبہ ہوا اور حضرت علامہ کاظمی صاحب قبلہ نے نماز جمعہ پڑھائی نماز جمعہ کے بعد قل شریف ہوا اور پھر لنگر تقسیم کیا گیا۔

اعلیٰ حضرت کی روحانی برکتوں اور ان کے فیوض ربانی کو حاصل کرنے کے لئے اس نادر اور زریں موقع پر طلبہ کو اسناد عطا کی جاتی ہیں تاکہ اعلیٰ حضرت کا روحانی فیض مستقبل کے ان دینی رہنماؤں کو حاصل ہوتا رہے اور یہ علماء اعلیٰ حضرت کی تعلیمات کو بروئے کار لائیں۔

اس عرس کے انتظام و انصرام میں جو لوگ بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں اور جو حضرات اعلیٰ حضرت کے عرس میں شرکت کرتے ہیں ان سب کے لئے دست بدعا ہوں کہ اللہ تعالےٰ ان کو دنیا اور آخرت دونوں

میں کامیابی عطا فرمائے اور ان کو خوشحالی عطا فرمائے آمین ساتھ ہی میں بارگاہ الٰہی میں ملتمس ہوں کہ تمام مسلمانان عالم کو مذہب مہذب اہل سنت و

جماعت پر قائم و دائم فرمائے اور دین اسلام کی خدمت اور اپنے اسلاف کی عظمت اور ان کی قدر و منزلت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

کراچی شہر کے گوشہ گوشہ سے معتقدین اور متوسلین اعلیٰ حضرت کے عرس پاک میں شرکت کے لئے آتے ہیں اور سارا دارالعلوم ان کے ہجوم کی وجہ سے رونق فزا ہو جاتا ہے اس عرس پاک کی بدولت ادارہ ہذا روز بروز ترقی کی راہ پر گامزن ہے اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کی تعلیمات کا ایک مرکزی اور معیاری دارالعلوم ہے۔

خدا تعالیٰ اپنے حبیب پاک کے صدقہ میں سیدنا سرکار بغداد غوث اعظم رضی اللہ عنہ اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طفیل میں ہی ہماری دینی خدمات کو قبول فرمائے اور دارالعلوم ہذا کو ترقی و سربلندی عطا فرمائے آمین

خادم اہل سنت
مفتی محمد ظفر علی نعمانی

نعتیہ مشاعرہ اور شعر و شاعری کا جواز

از علامہ عبد المصطفٰے الازہری شیخ الحدیث دار العلوم امجدیہ

شعر ایسے کلام موزوں کو کہتے ہیں جس میں بالقصد قافیہ ہو اگر کسی کلام میں بلا قصد اتفاقی طور سے قافیہ اور وزن پیدا ہو جائے تو ایسے شعر نہیں کہہ سکتے اور اشعار کا حکم وہی ہے جو عام کلام کا حکم ہے کہ کلام اچھا اور بُرا دونوں ہوتا ہے اور شعر بھی اچھے اور بُرے دونوں ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس مضمون کو امام بخاری علیہ الرحمتہ نے ادب المفرد میں عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰے عنہ سے مرفوعاً روایت کیا۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الشعر بمنزلۃ الکلام حسنہ کحسن الکلام وقبیحہ کقبیح الکلام

"شعر مثل کلام کے ہے اچھا شعر اچھا کلام ہے اور برا شعر برا کلام ہے"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مدح وغیرہ میں شعر سُنے اور شعراء کو انعام و اکرام سے بھی نوازا اور بعض اوقات آپ نے صحابہ کرام سے اشعار پڑھوائے، چنانچہ حدیث معروف ہے کہ ایک بار آپ نے استسقاء کی دعا فرمائی۔ اور جب بارش ہوئی تو آپ نے فرمایا اگر ابو طالب زندہ ہوتے تو

آج بہت خوش ہوتے ۔ ذرا ان کے اشعار کوئی سنائے تو۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کو ابو طالب کے چند اشعار سنائے جن میں یہ شعر بھی تھا۔

وابیض یستسقی الغمام بوجہہ ثمال الیتامی عصمۃ للارامل

ترجمہ:۔ وہ گورے چٹے ہیں ان کے چہرے کے وسیلے سے دعا مانگ کر بارش طلب کی جاتی ہے۔ یتیموں کی جائے پناہ ہیں اور بیواؤں کا سہارا ہیں۔"

جب آپ نے بدر میں مشرکین کی لاشوں کو زمین پر پڑا دیکھا تو ابو بکر سے خطاب کر کے فرمایا کہ ابو طالب اگر ہوتے تو وہ دیکھتے کہ ہماری تلواروں نے اماثل (یعنی اکابر قریش کو قتل کر دیا ہے اس میں ان اشعار کی طرف اشارہ ہے جو قصیدہ ابو طالب میں ہیں ۔ یہ قصیدہ تقریباً سو اشعار پر مشتمل ہے

اسی طرح ایک موقعہ پر آپ نے حضرت حسان رضی اللہ تعالے عنہ سے شعر سنانے کی فرمائش کی انہوں نے اعشے کا ایک قصیدہ پڑھا جس میں علقمہ کی ہجو تھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آئندہ اس کے سنانے سے حسان کو منع فرمایا۔ حسان رضی اللہ عنہ نے عرض کی حضور یہ تو ۔ ایک مشرک ہے جو قیصر کے پاس رہتا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو انسانوں کا شکر ادا کرتا ہے۔ وہی خدا کا شکر گزار بندہ ہے۔ جب قیصر نے ابو سفیان سے میرے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے میرے بارے میں بعض غلط باتیں کیں لیکن علقمہ نے سب باتیں سچی سچی کہہ دیں۔

شرید بن سوید ثقفی رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ میں حضور کے پیچھے ناقہ پر سوار تھا آپ نے امیہ بن صلت کے اشعار سنانے کی مجھ سے فرمائش کی جب ایک شعر سناتا تو دوسرے کی فرمائش کرتے، یہاں تک کہ میں نے سو شعر امیہ کے سنائے حضور نے فرمایا کہ یہ شخص اسلام لانے کے قریب آگیا لیکن آخر ہیں اس نے کفار قریش کا مرثیہ پڑھا اور تعصب کی بناء پر کفر پر مرا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت نابغہ جعدی کے شعر بہت شوق سے سنا کرتے تھے، اور فرماتے تھے تم نے بہت اچھا شعر کہا تمہارے دانت نہ ٹوٹیں۔ کافی معمر ہونے کے بعد بھی ان کے تمام دانت سلامت رہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتی ہیں ایک دن حضور اپنی نعلین درست فرما رہے تھے اور میں سوت کات رہی تھی آپ کی پیشانی عرق آلود ہوئی اور اس پسینے میں ایسا نور پیدا ہوا کہ میں مبہوت ہوگئی۔ حضور نے ملاحظہ فرمایا تو پوچھا کیوں حیران ہو میں نے عرض کی یا رسول اللہ میں نے دیکھا کہ آپ کی پیشانی عرق آلود ہے اور آپ کا پسینہ نور سے چمک رہا ہے اگر ابو کبیر آپ کو دیکھتا تو جانتا کہ آپ اس کے ممدوح ہونے کے زیادہ مستحق ہیں، آپ نے فرمایا ابو کبیر نے کیا کہا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اس نے یہ کہا ہے۔

واذا نظرت الی اسرۃ وجہہ

برقت کبرق العارض المتہلل

ترجمہ: جب ان کی پیشانی کی موجوں کو تم دیکھو تو وہ ابر باراں کی طرح چمکدار نظر آئے گی"

حضور نے اپنے ہاتھ سے سامان رکھ کر میری دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ لیا اور فرمایا "تم نے مجھے جتنا خوش کیا میں نے تم کو اس قدر مسرور نہ کیا۔ اسی طرح کعب بن زبیر کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا قصیدہ سنانا مشہور و معروف ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گو شعر کبھی نہ کہے۔ لیکن آپ کے مدارک علمیہ شعر کی لطافتوں سے خوب واقف تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ اپنی اولاد کو تیرنا اور تیر اندازی کرنا سکھاؤ اور انہیں کہو کہ وہ گھوڑے کی پشت پر کود کر چڑھا کریں اور اچھے اشعار ان کو یاد کرایا کرو۔ اور آپ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو یہ فرمان ارسال کیا کہ اپنے لوگوں کو شعر کی تعلیم دو اس لئے کہ اس سے بلند کردار اور درست رائے کا علم ہوتا ہے۔ اور نسب کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔

ابن عباس فرماتے ہیں کہ اگر قرآن پڑھتے وقت کسی لفظ کے معنی نہ سمجھ میں آئیں تو عرب کے اشعار میں انہیں تلاش کرو عربوں کا دفتر شعروں میں ہے۔ قرآن کریم میں جہاں شعراء کی مذمت کی گئی ہے۔ اس سے کفار بدگو شعراء مراد ہیں اس لئے کہ اہل ایمان کا استثناء آیت میں مذکور ہے۔

الا الذین آمنو وعملو الصٰلحٰت وذکر واللہ کثیرا وانتصروا من بعد ما ظلموا۔

ترجمہ: مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے عمل کئے اور اللہ کا بہت ذکر کیا

اور ظلم کے بعد اپنا بدلہ لے لیا اس آیت سے اہل ایمان کی شعر و شاعری جائز ثابت ہوتی ہے اور ذکر الٰہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اہل بیت و صحابہ و صلحاء امت کی مدح و ثنا اور دوسرے مستحسن امور میں اشعار لکھنا جائز ثابت ہوتا ہے البتہ کسی مسلمان کی بے آبروئی اور اس پر کذب و افترا ہرگز جائز نہیں ہو سکتا اشعار میں مبالغہ جائز ہے۔ اس لئے کہ اس کا اصل مفہوم کسی حقیقت کو ثابت کرنا ہوتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں حضرت حسان حضرت عبداللہ بن رواح حضرت کعب بن زہیر اور دیگر صحابہ و صلحاء امت نے اپنے اپنے ادوار میں بڑے اچھے مدائح منظوم کئے۔ چھٹی صدی ہجری میں حضرت بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے قصیدہ بردہ اور ہمزیہ لکھ کر ایک دھوم مچا دی ان کے معاصروں اور بعد میں آنیوالوں نے بردہ کی بحر اور قافیہ پر بے شمار مدائح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تحریر کئے حتی کہ اس آخری زمانہ میں امیر الشعرا احمد شوقی مرحوم نے نہج البردہ کے نام سے ایک بڑا اچھا قصیدہ، دربار رسالت میں نذر کیا۔

اعلیٰ حضرت کی شاعری

اعلیٰ حضرت سرکار امام اہل سنت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے محض وفور جذبات اور ذوق و شوق سے اپنا کلام مدح سرکار رسالت کی نذر کیا ہے اور حسن اعتقاد کی بنا پر اس کا نام تاریخی حدائق بخشش رکھا۔

گویا کلام نہیں یہ انعامات ربانیہ اور رضائے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لہکتے اور مہکتے گلزار ہیں، جن کی آبیاری میں خون دل سوز جگر آبِ اشک رواں کا استعمال ہوا ہے۔

لیکن اعلیٰحضرت کی شاعری عام اردو فارسی وغیرہ شاعری سے اس حیثیت سے خصوصی امتیاز رکھتی ہے کہ اشعار میں دامن ادب ہاتھ سے نہیں دیا گیا۔ اور شریعت مطہرہ کے احکام سے روگردانی کا شائبہ بھی موجود نہیں۔ اعلیٰحضرت خود فرماتے ہیں۔ ع

جو کہے شعر و پاس شرع دونوں کا حسن کیونکر آئے
لا اُسے پیشِ جلوۂ زمزمۂ رضا کہ یوں

دوسری جگہ فرماتے ہیں ع۔

بیشہ مراشاعری نہ دعوے مجھکو ہاں شرع البتہ ہے جنبہ مجھکو
مولےٰ کی رضا ہیں حکم مولےٰ کے خلاف لوزینہ میں سیر تو نہ بھایا مجھکو

اس طرح حضرت الامام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اشعار و شاعری کے لفظ کے ساتھ ساتھ شرع کے خلاف شعر کہنے کو پسند نہ فرمایا اور ہر موقع پر آداب دربار عالی کا لحاظ رکھا۔

اعلیٰحضرت کے اشعار اکثر احادیث کا ترجمہ یا عقائد کا خلاصہ ہیں لیکن کہیں کہیں آپ نے قافیہ پیمائی کا بھی حق ادا کیا ہے۔ آپ کی مشہور غزل:۔ سرتا بقدم ہیں تنِ سلطانِ زمن پھول
لب پھول، دہن پھول ذقن پھول بدن پھول

اس غزل میں لفظ پھول کو حقیقی اور مجازی معانی میں خوب خوب استعمال کیا ہے۔

کرن پھول اور میری نعش کو اے جان چمن پھول نہ اے چرخ کہن پھول
بیکس کے اٹھائے تری رحمت کے بھرن پھول

وغیرہ وغیرہ میں ہر جگہ پھول کو ایک نئے انداز سے باندھا گیا ہے اہل زبان ہی اس سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں اسی طرح تشبیہات و استعارات میں حضرت رضا علیہ رحمت کی طبیعت نے خوب خوب جولانیاں دکھائی ہیں۔ فرماتے ہیں :-

دل بستہ و خوں گشتہ نہ خوشبو نہ لطافت
کیوں غنچہ کہوں ہے مرے آقا کا دہن پھول

عارض شمس و قمر سے بھی انور ایڑیاں
عرش کی آنکھوں کی تارے ہیں وہ خوشتر ایڑیاں

دو قمر دو پنجہ خور دو ستارے دس ہلال
ان کے تلوے، پنجے ناخن پائے اطہر ایڑیاں

●

میں نے کہا کہ جلوہ اصل میں کس طرح گمیں
صبح نے نور مہر میں مٹ کر دکھا دیا کہ یوں

راہ نبی میں کیا کمی فرش بیاض دیدہ کی
چادر ظل ہے ملگجی زیر قدم بچھائے کیوں

کس کی نگاہ کی حیا پھرتی ہے میری آنکھ میں
نرگس مست ناز نے مجھ سے نظر چرائی کیوں

لحد میں عشقِ رخِ شہ کا داغ لے کے چلے
اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے

جس نے بیعت کی بہارِ حسن پر قرباں رہا
ہیں لکیریں نقشِ تسخیرِ جمالی ہاتھ میں

وہ کمالِ حسنِ حضور ہے کہ گمانِ نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ!

علمائے ادب نے متنبی کے اس شعر پر بڑی داد دی ہے

ازورھم وسواد اللیل یشفع لی
وَانثنی وبیاض الصبح یغری بی

کہ اس شعر میں۔ زیارت، انثنی، سواد، بیاض۔ لیل، صبح، یشفاعت اغرا۔ لی۔ بی۔ میں تقابل ہے، حتی کہ بعض نے یہ کہا کہ یہ متنبی کے معجزات سے ہے۔ لیکن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں الامام رضا علیہ رحمت کا شعر متنبی سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے۔ فرماتے ہیں:۔

حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں
سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردانِ عرب

اس شعر کے دونوں مصرعوں میں ایک ایک لفظ اسے تقابل سے آیا ہے جس سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت حضرت یوسف علیہ السلام پر ثابت ہوتی ہے

(۱) وہاں حسن یہاں نام

(۲) وہاں کٹنا کہ عدم قصد پہ دلالت کرتا ہے، یہاں کٹانا کہ قصد اور ارادہ بتاتا ہے۔

(۳) وہاں مصر یہاں عرب کہ زمانۂ جاہلیت میں سرکشی اور خودسری ان کی مشہور تھی۔

(۴) وہاں انگشت یہاں سر

(۵) وہاں زناں یہاں مرداں

(۶) وہاں انگلیاں کٹیں ایک بار واقع ہونے کی خبر دیتا ہے، اور یہاں کٹانا کہ استمرار پر دلیل ہے۔

غرضیکہ اگر بلاغت اور فصاحت کے لحاظ سے اعلیٰحضرت امام رضا علیہ رحمتہ کے کلام کو آپ دیکھیں تو دریائے حیرت میں غوطہ زن ہو جائیں گے۔ اس کے علاوہ آپ کا تمام کلام سہل ممتنع کے حدود میں داخل ہے، سوائے چند قصائد کہ ان میں وقیع اور پرشکوہ الفاظ استعمال کئے ہیں، ورنہ عموماً زبان سادہ بیان واضح ہے۔ اور پھر سب سے بڑی خصوصیت اعلیٰحضرت الامام رضا علیہ الرحمت یہ ہے کہ سوائے خدا ورسول اور صحابہ و اہل بیت اور مشائخ و بزرگان دین کے کسی دنیادار

کی مدح و ثنا کبھی نہیں کی بعض لوگوں نے نواب نانپارہ کے پاس چلنے کو کہا تو آپ نے اس شعر میں اس کو جواب دیا

کروں مدح اہل دول رضاؔ پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا مرا دین پارۂ ناں نہیں

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ رحمہ نے بعض بحور اشعار خود ایجاد کئے مثلاً:۔

طوبیٰ میں جو سب سے اونچی نازک سیدھی نکلی شاخ
مانگوں نعت نبی لکھنے کو روح قدس سے ایسی شاخ

میں نے اکابر سے سنا ہے کہ اس بحر پر کسی اور شاعر نے کوئی غزل نہیں لکھی ہے یہ بحر اعلیٰ حضرت کی ایجاد ہے۔

شعری لطافتوں، ادبی ذوق، معنوی نزاکت کے علاوہ، ایک وجدانی اور وجدی قوت اعلیٰ حضرت کے شعر میں ہے کہ جب بھی کلام محفل میں پڑھا جاتا ہے نیا لطف آتا ہے اور تواجد و ذوق کی یہ مثال دوسرے شعراء کے کلام میں کم ملتی ہے آج ہند و پاکستان کے ہزاروں نعت خواں آپ کا کلام عوام کے سامنے پیش کرتے رہتے ہیں۔ اور علما و صلحاء عوام و خواص میں مقبولیت یکساں اس کلام میں ہے اعلیٰ حضرت کا دیوان اہل نقد و تبصرہ کے لئے خاص کشش رکھتا ہے۔ ہمارے نقاد اگر تعصب کی عینک اتار دیں تو اردو شاعری کے اس عظیم نعت گو کے مقابلہ میں کسی بھی نعت گو اور پرگو شاعر نہیں پائیں گے اور بے ساختہ پکار اٹھیں گے کہ:۔
کلام الامام امام الکلام۔

تعارف و تذکرہ ـــــــ دو عظیم شخصیت

● اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ

● صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی رحمتہ اللہ علیہ

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

فتنے آتے ہیں فتنے آتے ہی رہیں گے۔ ان کو دبانے کے لئے عظیم شخصیتیں نمودار ہوتی ہیں اور ہوتی رہیں گی۔ ہر فرعون را موسیٰ ہر باطل کا سر کچلنے کے لئے حق پرستوں کا وجود برابر رہا ہے۔ نمرود کے لئے ابراہیم فرعون و ہامان کے لئے موسیٰ و ہارون بو جہل و بو لہب کے لئے کائنات کا تاجدار۔ یزید کے لئے امام عالی مقام دہریت کی سرکوبی کے لئے غوث اعظم اکبر کے دین الٰہی کے لئے مجدد الف ثانی وہابیت کا سر کچلنے کے لئے اعلیٰ حضرت و صدر الشریعہ غرضیکہ۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

۱۸۵۶ء یعنی ۱۲۷۲ھ کا یہ سال دنیائے اسلام کے لئے مسرت کا پیغام

لایا ہندوستان کی ایک عظیم شخصیت اعلیٰحضرت فاضل بریلوی نے اس دنیائے ہست و بود کو رونق بخشی اور ہوش سنبھالتے ہی دین متین کی طرف اس طرح راغب ہوئے کہ ایک ماہ میں قرآن کریم حفظ کیا ۱۳ سال کی عمر میں علوم مروجہ سے فراغت کے بعد مسند افتاء اور وعظ و رشد کے اعلیٰ منصب پر فائز ہو گئے مارہرہ شریف کی بارگاہ سے بیعت و خلافت حاصل کی۔ طریقت اور شریعت کی جامع اس شخصیت نے دنیائے وہابیت میں تہلکہ مچا دیا اور ہزاروں بلکہ لاکھوں بندگان خدا کی عاقبت کو درست کرنے اور ان کے دینی معتقدات کی حفاظت کا سبب بنے۔ قرآن کریم کے مطالب و معانی کی طرف متوجہ ہوئے تو شاندار ترجمہ کیا تفسیر خازن تفسیر در منثور، تفسیر بیضاوی اور تفسیر معالم التنزیل پر بے مثال حاشیہ تحریر فرمایا، حدیث کی تشریح کی طرف قدم بڑھایا تو بخاری شریف مسلم شریف، ترمذی شریف۔ مسند امام اعظم مسند امام احمد کنز العمال اور دیگر کتب احادیث پر فقید المثال حاشیے تحریر فرمائے اور تقریباً ۲۵ کتب فن حدیث پر تحریر فرمائیں۔ فقہ کی جانب قدم رکھا تو اپنے وقت کے تمام علماء و فضلاء سے آگے نکل گئے۔ گیارہ حصص پر مشتمل فتاوی رضویہ لکھا اور ہر حصہ کی ضخامت بڑے سائز پر ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے عقائد و کلام کی طرف متوجہ ہوئے تو ۵۴ کتب تصنیف فرمائیں تاریخ و سیرت پر بھی نو کتابیں تصنیف فرمائیں، ریاضی الجبرا اور جیومیٹری میں ۳۶ کتابیں تحریر فرمائے ادب و نحو میں چھ کتابوں کے مصنف ہیں منطق و فلسفہ پر ۶ کتابیں تصنیف

فرمائیں، شعر سخن کی طرف متوجہ ہوئے، تو نعت پاک پر مشتمل پورا دیوان حدائق بخشش تحریر فرما دی علم کا کوئی میدان نہیں چھوڑا جہاں ان کے اشہب قلم نے دوڑ نہ لگائی ہو خود فرماتے ہیں۔

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلّم
جس راہ چل گئے ہو سکّے بٹھا دیے ہیں

پچاس فنون پر تقریباً ایک ہزار تصنیفات چھوڑی ہیں۔

سب سے بڑا کارنامہ یہ تھا کہ ان کے زمانہ میں جن فتنوں نے سر اٹھایا ان کو فرو کرنے کے لئے کامیاب کوشش کی ناموس مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر طرح طرح سے حملے کرنیوالوں کو منہ توڑ جواب دیا، اور عظمت رسالت کے ڈنکے بجائے۔ ۶۸ برس کی عمر میں وہ کارنامے انجام دیئے وہ خدمات انجام دیں۔ وہ تصنیفات سپرد قلم کیں کہ دنیا حیران ہے کہ یہ سب کچھ کس طرح اور کیونکر ہو سکا۔

بارگاہ رسالت کے متعلق جن لوگوں نے دریدہ دہنی سے کام لیا ان کے رد بلیغ فرمائے۔ آپ کے زمانے میں مخالفین کی تحریرات کا عام اندازہ کچھ اس قسم کا تھا کہ "جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں" یا "اللہ کے سامنے چھوٹا ہو یا بڑا سب چوڑے چمار سے بھی ذلیل ہے" یا "اگر حضور کو علم غیب تھا ایسا علم ہر زید بکر جن بھوت بلکہ جمیع بہائم اور چوپایوں کو حاصل ہے" یا حضور "ہمارے بڑے بھائی ہیں" یا "حضور مر کر مٹی میں مل گئے" یا "حضور سے زیادہ میرا یہ عصا کارآمد

ہے۔ اس قسم کے معتقدات نے عام مسلمانوں میں ایک ہیجان برپا کر دیا تھا نتیجۃً قدرت خداوندی نے مسلمانوں کی مدد فرمائی اور دین کا ایک مجدد بے مثال محقق اعلیٰحضرت، فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کو اس فرقہ کی سرکوبی کے لئے پیدا فرمایا اور مسلمانوں پر بہت بڑا احسان فرمایا۔

غرضیکہ اعلیٰحضرت کی زندگی اتباع سنت عشق رسالت محبت نبوت میں بسر ہوئی اور آخر کار کل نفس ذائقۃ الموت کے مصداق یہ مجدد وقت بھی اپنے مشن کو مکمل کر کے خالق حقیقی سے جا ملا۔ ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ بوقت ۲ بجکر ۸ منٹ پر حبیب حبیب سے مل گیا مزار پر انوار بریلی شریف میں مرجع خلائق ہے۔

"خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را"

اپنے پیچھے آپ نے صاحبزادوں میں حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ ہے اور مولانا مفتی اعظم ہند محمد مصطفیٰ رضا خاں صاحب دامت برکاتہم العالیہ کو چھوڑا اول الذکر انتقال فرما گئے۔ آخر الذکر بقید حیات ہیں مولیٰ تعالیٰ عمر دراز فرمائے اور مریدین میں تو لاکھوں کی تعداد چھوڑی جو اعلیٰحضرت کی روحانی اولاد ہیں خلفاء کا ایک طویل سلسلہ تھا جو تمام علمائے دین تھے اور ہیں۔ آپ کے مخصوص خلفاء میں سے حضرت صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ مولانا محمد امجد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں جن کے نام پر یہ دار العلوم قائم ہے لہذا ان کا بھی مختصر ذکر خیر مناسب ہے

صدر الشریعہ :-

اعلیٰحضرت کے جلیل القدر خلفاء میں حضرت صدر الشریعہ کا نام سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہے حضرت مولانا امجد علی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو دنیائے سنیت میں ایک بلند مقام حاصل ہے آپ کا وطن مالوف گھوسی ضلع اعظم گڑھ کی مردم خیز زمین ہے جہاں اہل علم و دانش کا ایک عرصہ سے جمگھٹا لگا رہتا ہے مولانا موصوف ایک طرف علوم عقلیہ میں مولانا فضل حق خیرآبادی رحمتہ اللہ علیہ کے ایک واسطہ سے شاگرد ہیں تو علوم نقلیہ خاص طور پر فن حدیث میں مولانا وصی احمد محدث سورتی کے شاگرد ہیں۔ اور سچ تو یہ ہے کہ فقہ میں جو فیض اعلیٰحضرت فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ سے ملا شاید ہی کوئی دوسرا فرد ان کا ہمسر ہوا اعلیٰحضرت کی نگاہ کرم نے صدر الشریعہ رحمتہ اللہ علیہ کو بحیثیت مدرس کے منتخب فرمالیا۔ بریلی میں اٹھارہ سال کی طویل مدت تک اعلیٰحضرت کے زیر سایہ خدمت دین کرتے رہے۔ اعلیحضرت سے بیعت ہوئے اور خلافت حاصل کی حضرت صدر الشریعہ نے اگرچہ اعلیٰحضرت سے کوئی کتاب سبقاً نہیں پڑھی مگر فرمایا کرتے کہ یہ جو کچھ ہے سب ایک ہی کا فیض ہے۔

سب سے بڑا علمی کارنامہ حضرت صدر الشریعہ کا سب سے بڑا کارنامہ فقہ کی وہ مشہور کتاب ہے۔ جس کو بہار شریعت کہتے ہیں موصوف نے اس کتاب کو لکھ کر دین پسند حضرات کے لئے ایک بیش بہا خزانہ

معلومات دینی فراہم کیا ہے، ۱۸ جلدوں پر مشتمل بہار شریعت جو فقہ کے قریباً دس ہزار مسائل پر مشتمل ہے۔ نہایت ہی عالمانہ محققانہ انداز میں تحریر فرمائی فقہ کی تقریباً تمام کتابوں کا خلاصہ کرکے انتہائی عرق ریزی اور محنت سے اس کتاب کو تالیف کیا ہے۔ اس کتاب کی تحریر کا انداز عام اردو کی فقہی کتابوں سے بالکل انوکھا ہے۔ یعنی پہلے باب سے متعلق جو قرآنی آیات ہیں ان کو تحریر فرمایا پھر ان احادیث کو۔ جو ان مسائل سے تعلق رکھتی ہیں اس کے بعد فقہی مسائل، اس کتاب نے دیندار لوگوں کی دینی مسائل کے بارے میں کافی مدد کی ہے۔ غرضیکہ حضرت صدر الشریعہ کا یہ کارنامہ ان کے بہترین عالم ہونے کا واضح ثبوت ہے۔ پھر اس کے علاوہ مختلف مسائل پر تین جلدوں میں غیر مطبوعہ فتاوی ہیں اور شرح معانی الآثار امام طحاوی پر عربی میں بے نظیر شرح تقریباً ۵۰۴ صفحات تحریر فرمائی حدیث کی مشہور و معروف کتاب ہے۔

یوں تو حضرت کے ہزاروں شاگرد ہیں جو نہ صرف پاک و ہند میں بلکہ مختلف ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ مگر چند تلامذہ جنہوں نے مسلمانوں سے خراج عقیدت حاصل کیا ہے انکا ذکر کرنا مناسب ہے۔

۱۔ حضرت مولانا علامہ شیخ الحدیث محمد سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ بانی جامعہ رضویہ مظہر الاسلام لائل پور

۲۔ حضرت علامہ مولانا عبد المصطفیٰ ازہری خلف الرشید شیخ الحدیث مرکزی دار العلوم امجدیہ کراچی۔

۳۔ حضرت علامہ مولانا حافظ عبدالعزیز صاحب مبارکپوری صدر المدرسین جامعہ اشرفیہ مبارک پور ضلع اعظم گڑھ یوپی۔

۴۔ حضرت مولانا مجاہد ملت علامہ حبیب الرحمٰن صاحب صدر آل انڈیا تبلیغ سیرت

۵۔ حضرت مولانا غلام جیلانی صاحب اعظمی برادر زادہ صدر الشریعہ

۶۔ حضرت مولانا غلام یزدانی صاحب رحمتہ اللہ علیہ شیخ الحدیث جامعہ رضویہ منظر الاسلام۔ بریلی شریف

۷۔ حضرت مولانا غلام جیلانی صاحب صدر مدرس مدرسہ اسلامیہ میرٹھ

۸۔ حضرت مولانا مفتی رفاقت حسین صاحب کانپوری شیخ الحدیث مدرسہ احسن المدارس کانپور

۹۔ حضرت مولانا مفتی اعجاز ولی خاں صاحب رضوی شیخ الحدیث جامعہ نعمانیہ لاہور

۱۰۔ حضرت مولانا قاری محبوب رضا خاں صاحب خطیب جامع مسجد سیلون (لنکا)

یہ وہ شاگردان گرامی ہیں جنہوں نے حضرت صدر الشریعہ کا جانشین بن کر منصب حق اہل سنت و جماعت کی خدمت کی اور کر رہے ہیں

وفات:۔ مورخہ ۲ ستمبر ۱۹۴۸ء کو بمبئی میں وصال فرمایا حضرت حج کے ارادے سے تشریف لے گئے تھے کہ بمبئی میں نمونیہ ہو گیا راستہ میں یہ شعر اکثر ورد زبان رہا ؎

حضرت شوقاً و مت ہجراً
فکیف اشکو الیک شکوی

اولاد :۔ آپ کی اولاد میں بڑے صاحبزادے مولانا حکیم شمس الہدے صاحب بڑے فاضل تھے ان کا انتقال حضرت کی موجودگی میں ہو گیا تھا

دوسرے مولانا محمد یحییٰ صاحب جو مولانا سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہم سبق تھے۔

تیسرے صاحبزادے حضرت علامہ عبد المصطفیٰ ازہری شیخ الحدیث (جو دار العلوم امجدیہ کراچی میں دین حق اہل سنت و جماعت کی خدمت میں سرگرداں ہیں)

چوتھے صاحبزادے حضرت مولانا عطاء المصطفیٰ مرحوم مدرس مدرسہ رضویہ پی بی جی بریلی۔ قاری رضاء المصطفیٰ صاحب خطیب نیو میمن جامع مسجد بولٹن مارکیٹ کراچی۔ حضرت مولانا ضیاء المصطفیٰ شیخ الحدیث فرفرہ شریف بنگال انڈیا۔ مولانا ثناء المصطفیٰ مدرس مدرسہ عربیہ بنارس۔ مولانا بہار المصطفیٰ صاحب و جناب فداء المصطفیٰ صاحب اور تین صاحبزادیاں تھیں جن میں سے صرف حضرت عائشہ سلمہا بقید حیات ہیں

مدرسہ ہذا کا نام دار العلوم امجدیہ آپ کے ہی نام پر رکھا گیا ہے جس کے بانی حضرت علامہ مفتی محمد ظفر علی صاحب نعمانی ہیں آپ حضرت صدر الشریعہ کے مرید اور خلیفہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس فیض کو جاری رکھے اور حضرت صدر الشریعہ کو اپنی جوار رحمت میں جگہ مرحمت فرمائے اور ان کے فیوض و

برکات سے ہم سب کو متمتع کرے۔ آمین

محمد حسن حقانی

ناظم اعلیٰ دارالعلوم امجدیہ عالمگیر روڈ

کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرس اعلیحضرت علیہ الرحمت اور دارالعلوم امجدیہ

(از ابو یوسف محمد منظور علی صدیقی قادری)

اس دور پُر آشوب میں جب کہ دنیا مذہب سے دور ہوتی جا رہی ہے اور سکون کی تلاش مادی قدروں میں پناہ ڈھونڈ رہی ہے مذہبی تعلیم کی طرف عامۃ الناس کو راغب کرنا۔ اس کا اہتمام کرنا ایک جہاد سے کم نہیں ہے۔ اس سے بڑھ کر وہ طلباً یا ان کے والدین جو اس مادی دور کی دنیا کے ملمع شدہ عارضی جاہ و حشم سے منہ موڑ کر دینی تعلیم کے حصول کے لئے اپنی عمر عزیز کے چند سال کی قربانی دے کر ایک عظیم جہاد کی مہم سر کر لیتے ہیں۔ وہ سب لائق مبارکباد ہیں اس لئے کہ انہوں نے اپنے اور اپنے خاندان والوں کے لئے اس مال کا سودا کیا ہے جس کے منافع میں نہ صرف عاقبت بلکہ دنیا میں بھی نفع ہی نفع ہے۔ دارالعلوم امجدیہ کا قیام ایسی ہی امنگوں اور آرزوؤں کا مظہر ہے۔

۱۹۴۸ء میں وسائل کے نہ ہونے کے باوجود ایک مرد مجاہد کی انتھک کوششوں اور محنت سے ۲۰ سال کے عرصہ میں دارالعلوم امجدیہ اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں اپنے سرپرست اور معاونین رکھتا ہے۔ جن کی دینی محبت اور مذہبی شغف نے اس مرد مجاہد یعنی حضرت مولانا مفتی محمد ظفر علی صاحب نعمانی مدظلہ العالی کو آج بھی اسی طرح سرگرم عمل رکھا ہے۔ جس طرح اس عظیم الشان ادارہ کی بنیاد کے وقت حضرت مولانا مفتی ظفر علی صاحب نعمانی مدظلہ العالی کو یہ ذوق و شوق اس اللہ کے پیارے بندے حضرت علامہ صدر الشریعت امجد علی صاحب علیہ رحمت کی نگاہِ کرم سے پیدا ہوا جو صدر الشریعت علیہ رحمت میں اعلیٰ حضرت بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کے فیض و برکات سے پیدا ہوا تھا۔

اسی لئے دارالعلوم امجدیہ میں اعلیٰحضرت علیہ رحمت کا عرس پاک بڑے تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔ جس کے روحانی فیض سے شرکائے مجلس عرصہ تک فیضیاب ہوتے رہے ہیں۔ اور ان ہی فیوض و برکات کی بدولت علم دین کا روشن چراغ دارالعلوم امجدیہ میں مادیت کے طوفانی تھپیڑوں کے باوجود روشن تر ہے

ہر سال بیسیوں طالب علم قرآن شریف۔ ناظرہ۔ حفظ۔ قرأت تجوید۔ تفسیر فقہ۔ حدیث اور درس نظامی کی تکمیل کرنے کے بعد اپنے دینی مسلک پر نہ صرف اپنی زندگی گذارتے ہیں بلکہ تبلیغ دین کے ایک

مرکز کی حیثیت سے اپنی ذات سے اوروں کو بھی فیض پہنچاتے ہیں

حضرت مفتی صاحب مدظلہٗ کے ساتھ کام کرنیوالوں میں شریک اساتذۂ گرامی قدر کا ذکر یہاں بے جا نہ ہوگا جن کی کاوشوں سے طلباء حصول تعلیم کے مرحلے کو بہ آسانی طے کر سکے۔

اس مقام پر ان تمام کرم فرما حضرات کے لئے دعائے خیر و برکت کی جاتی ہے۔ جو مالی اعانت سے اس دار العلوم امجدیہ کے ایسے ستون ہوئے ہیں جس پر ادارہ کی ساری تحریک کھڑی ہے اور حق یہ ہے کہ ان ہی اصحاب کا یہ دینی و علمی شغف ہے جو مالی اعانت کے ذریعہ ادارہ کی مدد کرتے ہیں۔ ہر سال طلباء کے اضافے کے ساتھ ساتھ ان کے اخراجات میں لازماً اضافہ ہوتا ہے اور ساتھ ہی مالی اعانت میں بھی اللہ کے کرم اور بزرگان دین کے فیض سے اس قدر اضافہ ہو جاتا ہے، اب جوں جوں عوام کا رجحان دینی تعلیم کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اسی طرح مالی اعانت بھی بڑھنی چاہئیے۔ جس کی طرف آپ تمام حضرات کی عموماً اور فارغ التحصیل طلباء کی خصوصاً توجہ مبذول کرائی جاتی ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ زکوٰۃ عطیات وغیرہ کے جمع کرنے میں اپنا دینی فرض پورا فرمائیں۔

آج آپ جس محفل مقدس میں مہمان ہیں اس کی میزبانی کا شرف اس ادارہ کو حاصل ہے۔ اولیاء اللہ اور اکابرِ دین کا یوم وصال ملیوں تو ہر مسلمان مناتا ہے، جس میں اس خیال کو تقویت حاصل ہے کہ

ان کے کارناموں کی یاددہانی رہے۔ ان کی ہدایات کا اعادہ کرسکیں تاکہ اس کی روشنی میں ہم اپنے اعمال کو جانچ سکیں اور رہنمائی حاصل کرسکیں۔ یہ مقصد بھی ہے کہ ایصال ثواب کے لئے قرآن شریف اور وہ اوراد پڑھے جائیں جن سے ان کی روح کو اللہ کی مزید رحمتیں اور برکتیں حاصل ہوسکیں۔ اعلےٰ حضرت علیہ رحمت کا عرس ان ہی مقاصد کا پرتو ہے۔

اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں کو سیدھی راہ دکھانے کے لئے رسول بھیجے نبی بھیجے اور جب یہ سلسلہ خاتم النبیین رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوا بلکہ خاتم النبیین کو حشر تک کے لئے نبی آخرالزماں بناکر بھیجا گیا۔ جو ہدایات و تعلیم سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے پیارے بندوں کو دیں، وہ ایک مکمل اور جامع نظام حیات کی صورت میں قرآن و حدیث میں موجود ہے۔ اب کوئی نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں ہے۔ لیکن ہدایات کے چشمے برابر جاری ہیں اور تاابد باقی رہیں گے۔ یہ سب چشمے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو اور امت محمدیہ کے سرخیل ہیں۔ جیسا کہ ایک حدیث ہے فرمایا سرور کائنات نے کہ "پروردگار عالم ہر صدی کے آخر میں ایک مجدد رہنمائے کامل بھیجتی ہے جو قوم کو بھولی بسری باتیں یاد دلاتا ہے۔ سرکار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمان غنی حضرت علی رضی اللہ عنہم کی ذات بابرکات شمع ہدایت رہی اور اسی شمع ہدایت سے روشنی پانے والے حضرت امام حسین رضی اللہ اور سلسلے کے تمام اماموں

کے بعد حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کی ہدایات کا چراغ جلا۔

آپ تاریخ اسلام اُٹھا کر دیکھئے۔ کس کس دور سے گذری ہے۔ ہر پُر آشوب دور میں حق کا نعرہ اور تعلیم دینے والے مجاہد ہدایات نبوی صلعم کا چراغ جلا کر امتِ محمدیہ کو راہ دکھلاتے ہیں۔ جب بھی خلاف شرع طوفان اُٹھا ان ہی اکابرین نے ان طوفانوں کا منہ موڑا ہے۔ اس سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ خاتم النبیین کی دی ہوئی تعلیمات کا اعادہ کرنے کے لئے ہر دور میں ایسے بندے پیدا کرتا رہتا ہے جن سے ان تعلیمات اور ہدایات کو سمجھنے اور عمل کرنے میں آسانی ہوتی ہے۔ سیدنا و مرشدنا سرکار غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ جس دور میں تھے، اس دور کے حالات کو بالکلیہ شرعی قانون اور سنت نبوی پر لانے کے لئے با عمل ہدایات دیں اور کفر و الحاد کے خلاف جہاد جاری رکھا۔ اسی طرح بعد کے دور میں غیر منقسم ہندوستان میں بھی حضرت داتا گنج بخش۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی۔ حضرت بابا فرید گنج شکر۔ نظام الدین اولیا، علاء الدین صابر کلیری۔ نصیر الدین چراغ دہلوی۔ حضرت مجدد الف ثانی۔ حضرت سید محمد گیسو دراز رحمتہ اللہ علیہم اجمعین اور شاہ عبدالحق محدث دہلوی شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہم اپنے اپنے دور کے رہنمائے کامل گذرے ہیں انہوں نے عامتہ المسلمین کو شریعت و طریقت کے راستوں کی نشان دہی فرمائی اور فتنوں کی سرکوبی کی۔

جس دور میں اعلیٰحضرت جلوہ افروز تھے اس دور میں تحریک وہابیت تحریک ندویت اور تحریک نیچریت نے انگریزوں کی حکومت کے سایہ میں عام مسلمانوں کو اپنے اسلاف اور شریعت وطریقت کے راستوں سے ہٹانے کی مہم زور شور سے جاری کی لیکن جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے کہ یہ جس کا دین ہے وہی اس کا نگران بھی ہے۔

اعلیٰحضرت کے بارے میں ان کے مرشد حضرت سید شاہ آل رسول احمدی نور اللہ مرقدہٗ کا یہ ارشاد۔ یہاں لکھنا بے جا نہ ہوگا، فرماتے ہیں:۔ کہ "یہ چشم و چراغ (یعنی اعلیٰحضرت) خاندانِ برکات میں اوروں کو تیار ہونا پڑتا ہے۔ یہ بالکل تیار آئے تھے۔ انہیں صرف نسبت کی ضرورت تھی"۔

دیگر واقعات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اعلیحضرت کو پیدا ہی اس لئے فرمایا تھا کہ دین حق کی صحیح تعلیم دینے کا کام ان سے لیا جائے اور تاریخ گواہ ہے کہ یہ کام جس حسن وخوبی سے انجام پایا اس کے فیوض و برکات آج بھی جاری و ساری ہیں۔

اعلیٰحضرت کا ورود مبارک باسعادت ۱۲۷۲ھ میں ہوا ۱۴ سال کی عمر تک تفسیر۔ حدیث۔ کلام۔ فقہ۔ معانی و بیان۔ تاریخ جغرافیہ۔ حساب۔ منطق۔ فلسفہ۔ علم تکسیر۔ علم الاعداد علم جفر اور حفظِ قرآن کی تکمیل فرمائی۔ ۱۳ سال ۱۰ ماہ کی عمر میں مسند افتاء پر فائز ہوئے ۲۲ سال کی عمر میں قطب زمانہ سید شاہ آل رسول احمد نوری قادری

علیہ رحمت کے ہاتھ پر بیعت کی اور خلافت پائی۔ دو بار حج بیت اللہ اور زیارت روضۃ النبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے سرفراز ہوئے زندگی بھر سوائے مرض الموت کی دو تین نمازوں کے تمام نمازیں با جماعت ادا فرمائیں۔ اور خلاف سنت زندگی بھر کوئی عمل دیکھنے میں نہیں آیا۔ تقریباً ایک ہزار کتابوں کی تصنیف فرمائی۔ جو تمام کی تمام دینی اور مذہبی مسائل پر ہیں یہ تصانیف آج بھی مسلمانوں کے لیئے رہنما ہیں اور پکا مسلمان بننے میں مدد دیتی ہیں۔

علوم باطنی اور علوم ظاہری دونوں میں کامل تھے، عاشق رسول تھے ہزاروں مسلمان نہ صرف غیر منقسم ہندوستان بلکہ عرب ممالک میں بھی بڑے بڑے علماء تک نے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ اور اکثر علمائے عرب نے اعلےٰ حضرت سے سند حدیث اور اجازت حاصل کی۔ آپ کے وصال کے بعد ہر سال بڑی دھوم دھام سے آپ کا عرس بریلی شریف میں منایا جاتا ہے جس کا ایک خاص پروگرام نعتیہ مشاعرہ بھی ہوتا ہے۔

اسی روایت کو کراچی میں حضرت ہی کے فیض و کرم سے دارالعلوم امجدیہ نے بھی جاری رکھا ہے۔ اس مشاعرہ میں طرح مصرع اعلیٰحضرت کے کلام سے ہی دیا جاتا ہے۔

آیئے آج اس عظیم المرتبت ہستی کی یاد منانے کے لئے اپنے اعمال کا جائزہ لیں اور دیکھیں کہ ان کی ہدایات کی روشنی کی کتنی کرنیں

ہمارے اعمال سے منعکس ہوئی ہیں اور اگر کچھ کمی محسوس ہوتی ہے تو عہد کریں کہ آئندہ سال جب ہم جمع ہوں گے تو یہ کمی باقی نہ رہے گی انشاءاللہ۔

دارالعلوم امجدیہ ان ہی تحریکات کا ایک روشن چراغ ہے جس سے ہر سال بیسیوں طالب علم فیضیاب ہوتے ہیں، ضرورت ہے کہ اس ادارے میں طلباء کے داخلے کی مہم چلائی جائے۔ ساتھ ہی مالی اعانت کے لئے زیادہ سے زیادہ کوشش کی جائے۔

خدا ان حضرات کو جو دارالعلوم کی سرپرستی فرماتے ہیں۔ دینی اور دنیوی برکتیں عطا فرمائے اور آفات ارضی وسماوی سے محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین۔

۷۸۶
۹۲

نعتیہ مشاعرہ اور اس کے تاثرات

از ماسٹر مشتاق حسین راقم صدیقی بریلوی ناظم مشاعرہ

جس طرح اعلیٰحضرت عظیم البرکت شاہ احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی کا نام نامی اسلامی دنیا میں روشن و منور ہے اسی طرح آپ کے عرس کی تقریبات بھی شہر شہر منعقد ہوتی رہتی ہیں لیکن دارالعلوم امجدیہ کراچی میں عرس کی تقریبات کے سلسلہ میں جو نعتیہ مشاعرہ منعقد ہوتا ہے۔ اس کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ لسان الحسان علامہ ضیاء القادری مدظلہ العالی (جن کی عمر ۸۰ سال ہے) کا کہنا ہے کہ دارالعلوم سے زیادہ کامیاب مشاعرہ آجتک میری نظر سے نہیں گذرا یہ سب کیا ہے صاحبِ عرس کا فیض اور بانیانِ عرس کا حسنِ نیت ہے۔

جس نعتیہ مشاعرہ کا انتخاب آپ اگلے صفحات پر ملاحظہ فرمائینگے اعلیٰحضرت کے اڑتالیسویں عرس کے سلسلہ میں ۲۳ صفر ۱۳۸۸ھ مطابق ۲۲ مئی ۱۹۶۸ء بروز چہارشنبہ بعد نماز عشا مندرجہ ذیل مصرعہ طرح پر منعقد ہوا تھا۔

؎ ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے

اس مشاعرہ میں شرکت کی غرض سے کمبل پوش بابا شاہ عبدالشکور
شکور نظامی اکبرآبادی حیدرآباد سے دو دن پیشتر تشریف لے آئے تھے
اور میرے غریب خانہ پر مقیم تھے صاحب موصوف اور جناب نفیس القادری
سہارنپوری کے ساتھ میں ۹ بجے شب دارالعلوم امجدیہ پہنچا۔ سواری کے
رکتے ہی سفید پوش رضاکاروں نے پیشوائی کی اور میٹر دیکھ کر میرے منع
کرنے کے باوجود کرایہ بھی ادا کر دیا۔ کمبل پوش رضاکاروں کے اس حسن عمل
سے بہت زیادہ متاثر ہوئے۔ میں نے کہا حضرت یہ سب دارالعلوم کے
لائق و فائق اساتذہ کی تربیت کا فیض ہے ازاں بعد چند رضاکار اپنے حلقہ
میں ہم کو شعرگاہ تک لے گئے۔ یہاں مفتی ظفر علی نعمانی مینیجنگ ٹرسٹی دارالعلوم
امجدیہ، مولانا محمد حسن حقانی ناظم تعلیمات بہ نفس نفیس مہمان شعراء کے
آرام و آسائش کے انتظامات میں ہمہ تن منہمک تھے، جیسے ہی ہم قریب
پہنچے ہی حضرت نے آگے بڑھ کر بڑی مسرت کا اظہار فرمایا اور
مصافحہ و معانقہ کا شرف بخشا۔

دیکھتے ہی دیکھتے شعرگاہ کا ڈائس اور شعرائے کرام کی نشست کا
مخصوص احاطہ چمکدار قالینوں اور زرنگار تکیوں سے مزین تھا سامعین
حضرات کے لئے دریوں پر سفید چاندنیوں کا فرش مسجد کی دیوار تک ہو
چکا تھا، برقی ضیاپاشیاں دن کی روشنی کو شرما رہی تھیں۔ میرے
دونوں ساتھی گاؤ تکیے کے سہارے بیٹھ گئے اور میں بحیثیت ناظم مشاعرہ
اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ حضرات شعرائے کرام تشریف لا رہے تھے۔

مولانا حقانی صاحب رضا کاروں کی معیت میں ان کو شعر گاہ تک پہنچا رہے تھے۔ [illegible] آگیا تھا۔ حقانی صاحب کے معتمد جناب نگار صاحب کی تقسیم کی وجہ سے پریشان تھے یہ کام میں نے اپنے لڑکوں مشرف صدیقی معراج صدیقی اور مسرت صدیقی اور مجاہد صدیقی سے لیا۔

علمائے کرام اور شعرائے عظام تشریف لے آئے تھے مگر صدر منتخب علامہ ضیاء القادری کا انتظار تھا۔ خبر آئی کہ موصوف ناسازئ طبع کے باعث تشریف نہ لاسکیں گے۔ لہٰذا علامہ ازہری صاحب نے صدارت کے لئے غزالئ دوراں سید سعید احمد کاظمی کا اسم گرامی پیش کیا میں نے تائید کی موصوف نے اس شرط کے ساتھ کہ ۱۲ بجے تک میں صدارت کرونگا مسند صدارت کو رونق بخشی اب تلاوت کلام پاک سے تقریب کا آغاز ہوا بعد ازاں اعلیٰ حضرت کی نعت پاک (ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے) دارالعلوم کے خوش الحان طالب علم قاری محمد حفیظ نے پڑھی۔ اس کے بعد نعت گو شعراء کی فضیلت پر علامہ ازہری صاحب نے ایک بصیرت افروز تقریر کی اس کے بعد میں نے آداب و احترام مشاعرہ پر اپنے خیالات مختصراً پیش کئے اور یہ بھی عرض کیا کہ شعرا صاحبان ۷ شعر سے زائد پڑھنے کی زحمت نہ کریں۔

میری درخواست پر جناب مختار نظامی اور جناب مائل اکبر آبادی نے شعرائے کرام کی فہرست مرتب کرلی تھی۔ اس فہرست میں ۶۰ نام مندرج

ٹھیک ۱۰ بجے دارالعلوم کے قابل فخر طالب علم عمردراز خاں مشہدی کی نعت سے مشاعرہ کی پہلی نشست کا آغاز ہوا مسلسل تین گھنٹہ تک یہ نشست جاری رہی ۱ بجے صدر منتخب کاظمی صاحب نے اپنی نعت پڑھ کر مسند صدارت علامہ ماجد ازہری کو تفویض فرمادی میں نے مفتی ظفر علی صاحب قبلہ اور جناب حقانی کے اشارے پر وقفہ کا اعلان کردیا۔

دوران وقفہ تمام شعرائے کرام اور جمیع سامعین کی تواضع حلوے اور چائے سے کی گئی مستعد طلبائے دارالعلوم نے یہ کام نصف گھنٹہ میں انجام دے دیا۔

ٹھیک ۲ بجے شاہ قاسم جہانگیری کی نعت سے دوسری نشست کا آغاز ہوا یہ نشست بھی پورے تین گھنٹہ جاری رہ کر حضرت نازش حیدری کی نعت پر ۵ بجے صبح ختم ہوئی۔ دونوں نشستوں میں سوا چار سو نعتیہ اشعار پڑھے گئے جن کا انتخاب اگلے صفحات پر درج ہے۔

مشاعرے کے اختتام پر بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں سلام عقیدت پیش کیا گیا ازاں بعد راقم الحروف نے جمیع شعرائے کرام کا صمیم قلب سے شکریہ ادا کیا۔ علامہ ازہری نے قبلۂ اول کی بازیابی، کشمیر کی آزادی پاکستان کی بقا، ترقی اور بالخصوص نعت گو شعرا حضرات کی فلاح و بہبود کے لئے اثر انگیز دعائیں مانگیں۔

مشاعرہ کے ختم ہوتے ہی حقانی صاحب کے اشارے پر رضا کاروں

نے شعراء کی واپسی کے لئے سواریوں کا معقول انتظام کر دیا تھا۔ مسجد میں نمازِ فجر باجماعت ادا کر کے ہم ندارالعلوم کی فراہم کردہ ٹیکسی میں روانہ ہوئے مگر مین ہیٹی کے پل پر حادثہ پیش آ گیا یعنی ٹیکسی کا پہیہ نکل گیا لیکن صاحبِ عرس کی زندہ کرامت کے قربان جائیے کہ بابا کمبل پوش برخوردار مجاہد اور وہاب الدین نظامی کو جو میرے ہم سفر تھے ذرا بھی گزند نہ پہنچی۔ یہاں سے پیدل ہم لوگ غریب خانہ ۳ک/۴ B ایریا لیاقت آباد

احقر العباد راقم صدیقی بریلوی
ناظم مشاعرہ ہذا

بشکریہ جناب خلیل احمد رانا صاحب * پیشکش:۔ محمد احمد ترازی

تبرکات اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب رضا بریلوی رح

سنتے ہیں کہ محشر میں صرف اُن کی رسائی ہے
گر ان کی رسائی ہے تو جب تو بات بن آئی ہے

سب نے صفِ محشر میں للکار دیا ہم کو
اے بیکسوں کے آقا اب تیری دہائی ہے

بازارِ عمل میں تو سودا نہ بنا اپنا!
سرکارِ کرم تجھ میں عیبی کی سمائی ہے

مجرم کو نہ شرماؤ احباب کفن ڈھک دو
منہ دیکھ کے کیا ہو گا پردے میں بھلائی ہے!

اب آپ ہی سنبھالیں تو کام اپنے سنبھل جائیں
ہم نے تو کمائی سب کھیلوں میں گنوائی ہے

اے عشق ترے صدقے جلنے سے چھٹے سستے
جو آگ بجھا دیگی وہ آگ لگائی ہے!

حرص و ہوسِ بد سے دل تو بھی ستم کرے
تو ہی نہیں بیگانہ دنیا ہی پرائی ہے!

طیبہ نہ سہی افضل مکہ ہی بڑا زاھد
ہم عشق[1] کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے

مطلع میں یہ شک کیا تھا واللہ رضا واللہ
صرف ان کی رسائی ہے صرف ان کی رسائی ہے

---

[1] اس سال نعتیہ مشاعرہ کیلئے اعلیحضرت کی غزل کا مصرع طرح تھا

حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی امروہوی
صدر نعتیہ مشاعرہ

کیا شان، شہنشاہِ کونین نے پائی ہے
ختم آپ کی ہستی پر ہر ایک بڑائی ہے

ہر ایک فضیلت کے وہ مظہر کامل ہیں!
کیا ذاتِ شہِ والا خالق نے بنائی ہے

کون ان کی برابر ہو، کون ان کا مماثل ہو
ایسی تو کوئی ہستی آئے گی نہ آئی ہے

جنت کا تصور اب، کیا آئے مرے دل میں
تصویر مدینے کی آنکھوں میں سمائی ہے

آزادِ دو عالم ہے وہ کاظمیٔ مسکیں
آقائے دو عالم سے لو جس نے لگائی ہے

(کلیم الملک) قاضی محمد حسن اختر دہلوی جانشین حضرت نواب سائل دہلوی

طیبہ کی فضاؤں نے اک دھوم مچائی ہے
سرکار کے قدموں میں جنت سمٹ آئی ہے

قرآں کا جو منکر ہے اُس شخص کو کیا کہیے
بوجہل کا پیرو ہے نجدی ہے سبائی ہے

یہ حسنِ حقیقت کی اعجاز نمائی ہے
اک بندۂ اقدس کی مخصوص خدائی ہے
ہر ذرہ منور ہے انوارِ حقیقت سے
سرکارِ دو عالم نے وہ شمع جلائی ہے
پہنچا ہے سرِ منزل عرفانِ جنون اپنا
سرکار کی چوکھٹ ہے اور ناصیہ سائی ہے

•

حضرتِ علامہ عبد المصطفیٰ ازہری ماجدؔ شیخ الحدیث دار العلوم امجدیہ

•

اپنی سیہ بختی پر وہ زلف جو چھائی ہے
کوتاہیٔ قسمت نے کیا بات بنائی ہے
اس ہادیٔ برحق نے وہ راہ دکھائی ہے
راہی کے قدم لینے منزل چلی آئی ہے
ہے لاکھوں حجابوں میں وہ جلوۂ جانانہ
بے پردہ مگر پھر بھی یکتا کی اکائی ہے
یہ طورِ تجلی ہے وہ عرشِ معلّیٰ ہے
یہ ان کی رسائی ہے وہ اُن کی رسائی ہے
ماجد رہِ طیبہ میں گر جان چلی جائے
اے جانِ جہاں اس میں دو جگ کی بھلائی ہے

مولانا بشارت علی خاں صاحب آفریدی ارمانؔ اکبرآبادی

کیفیتِ فردوس کو ننّں پہ چھائی ہے
اک دامنِ رحمت ہے اور ساری خدائی ہے

فردوسِ صباحت ہے کیفِ سحرِ طیبہ
حوروں کے جسم کی تصویر اُتر آئی ہے

جب چشمِ تصور نے چومے ہیں قدم اُن کے
رحمت میں نہا کر ہی میری نظر آئی ہے

یاں ہوش نہیں اڑتے، یاں ہوش میں آتے ہیں
سینا نہیں، طیبہ ہے، رحمت کی خدائی ہے

فردوسِ محبت ہے ارمانؔ مرا سینہ
مہکی ہوئی آئی ہے جو سانس بھی آئی ہے !

جناب مفتی محمد صابر حسن شیواؔ عثمانی بریلوی

•

ہم دشت نوردوں کی وحشت میں بن آئی ہے
اُٹھ اُٹھ کے مدینہ کی گردِ سفر آئی ہے

ہو عمر بسر یارب مدحِ شہِ والا میں !
ساماں مری بخشش کا یہ نغمہ سرائی ہے

محسوس یہ ہوتا ہے طیبہ کی فضاؤں سے
جیسے ہمیں جیتے جی جنت نظر آئی ہے
ہیں پیکرِ احمد میں جلوے احدیت کے
آئینہ میں تنویرِ آئینہ گر آئی ہے
اک کیف سا طاری ہے ارباب عقیدت پر
اے جل علا شیوا کیا نعت سنائی ہے

جناب نازش حیدری دہلوی

تحقیق کی منزل میں یہ دورِ خسائی ہے!
لیکن مرے آقا کی تا عرش رسائی ہے
طیبہ کی زمیں مجھ کو جب سے نظر آئی ہے
جنت سے گریزاں ہوں رضواں سے لڑائی ہے
کاسہ نظر آتا ہے تاجِ سرِ سلطاں بھی
اس در کی شہنشاہی پامالِ گدائی ہے
ہر دل میں سمایا ہے سایہ رُخِ انور کا
ہر ذرّے کے سینے میں خورشید نمائی ہے
پہنچا ہے مدینے میں نازش مرادِ دل لے کر
یاد ان کی جب آئی ہے یہ معجزہ لائی ہے

محترم جناب صوفی عبدالشکور صاحب نظامی کمبل پوش

•

عشقِ شہِ والا کی جس دل میں سمائی ہے
واللہ اُسی دل پہ قربانِ خدائی ہے

تم اللہ حضرت ہیں کافر ہی کہو ہم کو
ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے

ملتا ہے خزانہ اس در کے فقیروں کو
شاہی سے کہیں بڑھ کر اس در کی گدائی ہے

تقدیر کی کیا ہے، قسمت کا دھنی ہے وہ
اس عرشِ مقدس میں قسمت جسے لائی ہے

پڑھتا ہے شکور اپنے اشعار جو محفل میں
غُل ہوتا ہے محفل میں واللہ ضیائی ہے!

محترم جناب عارف رئیسی اکبرآبادی

جب عشقِ محمد نے تاثیر دکھائی ہے
ہر پردۂ کثرت میں وحدت نظر آئی ہے!

اے نامِ محمد آ سینے سے لگا لوں میں
تو نے میرے سجدوں کی توقیر بڑھائی ہے

طیبہ کے گلی کوچے آئینۂ قدرت ہیں
کوثر سمٹ آیا ہے جنت اتر آئی ہے

پہنچا ہوں میں اس در تک جب فیض تیقن سے
زنجیرِ شکوک آخر ٹوٹی ہوئی پائی ہے

کیا ڈر ہو مجھے عارف خورشید قیامت کا
دامانِ محمد تک جب میری رسائی ہے

محترم جناب قیس صاحب سہارنپوری

رہ رہ کے نظر برسوں اشکوں میں نہائی ہے
جب جا کے تمنائے دیدار بر آئی ہے

دیوانۂ محبوب یزداں سے کوئی پوچھے
کعبہ کسے کہتے ہیں کیا قبلہ نمائی ہے

اپنوں ہی کو ساحل پر تم نے نہیں پہنچایا
اغیار کی ناؤ بھی طوفاں سے بچائی ہے

گل ہی نہیں طیبہ کے فردوسِ نگاہ و دل
کانٹوں میں بھی دیکھا تو جنت نظر آئی ہے

جب قیس خیال آیا لیلائے دو عالم کا
خلوت کدۂ دل میں جلوت سمٹ آئی ہے

محترم جناب ماسٹر مشتاق حسین راقمؔ بریلوی صاحب

ناظم مشاعرہ

فاران کی چوٹی سے آواز یہ آئی ہے!
جو خادم دنیا ہے اسی کی ہی خدائی ہے
ہر اشکِ ندامت میں طوفان ہے رحمت کا
شرمندۂ عصیاں کی کیا بات بن آئی ہے
محبوب خدا ہو کر محبوب دو عالم ہیں
دنیا بھی فدا ان پر عقبیٰ بھی فدائی ہے
یہ فکر و نظر میری روشن ہے محمدؐ سے
صرف ان کے لئے میری یہ نغمہ سرائی ہے
ممکن ہی نہیں راقمؔ وہ نعت لکھے کوئی
حسان نے آقا کو جو نعت سنائی ہے!

محترم جناب غریبؔ سالکی صاحب

اک بار نظر جب بھی آقا نے اٹھائی ہے
سو بار مدینے میں جنت اتر آئی ہے
جو آپ سے منہ موڑے پھر کوئی نہیں اس کا
جو آپ کا ہو جائے پھر اس کی خدائی ہے

میں اس کی تپش میں بھی تسکین سی پاتا ہوں
سینے میں محبت نے جو آگ لگائی ہے
آنکھوں میں مری جلوے ہیں حسنِ محمد کے
اب کیسے کہوں اے دل آقا سے جدائی ہے
طوفاں میں غریب اپنی بے وجہ نہیں کشتی
اس میں بھی کوئی شاید اب اپنی بھلائی ہے

•

محترم جناب درد اسعدی شاہجہاں پوری

اپنا کے دل و جاں سے عشق شہ والا کو
دیوانوں نے خود اپنی تقدیر بنائی ہے
دنیا کے دکھانے کو معراج کے پردے میں
معبود نے بندے کی توقیر بڑھائی ہے
پہنچی ہے ضیا جس کی ہر ایک گلستاں میں
تم نے سر صحرا بھی وہ شمع جلائی ہے
ہر ایک اسیراں کا آزادِ غمِ دنیا
یہ قیدِ محبت بھی ہم شکلِ رہائی ہے
اے درد نہ گھبراؤ تم پرسشِ محشر سے
آواز مجھے اکثر ایسی بھی اک آئی ہے

•

جناب محمد سلیمان خاں شیدا بریلوی

•

رب نے شہِ دیں کی یوں آس بندھائی ہے
قیدِ غمِ عصیاں سے مجرم کو رہائی ہے

وہ نورِ مجسم ہیں وہ حسنِ مکمل ہیں
ان کی ہی زمانے میں یہ جلوہ نمائی ہے

محسوس یہ ہوتا ہے نظارۂ طیبہ سے
جیسے کہ مدینے میں جنت اتر آئی ہے

اے اہلِ نظر دیکھو وہ در ہے محمد کا
شاہی سے کہیں بڑھ کر جس در کی گدائی ہے

ہے ان کا خدا وہ ہیں محبوبِ خدا شیدا
ان کی ہی حقیقت میں یہ ساری خدائی ہے

جناب خوگر عارفی نعیمی نانپاروی

اللہ نے اک ہستی ایسی بھی بنائی ہے
خود جس کا ثنا خواں ہے خود جس کا فدائی ہے

دنیا کی حقیقت کیا دربار محمد میں
ہم نے تو یہاں عقبیٰ بٹتی ہوئی پائی ہے

اُس گھر کا بھکاری ہوں اس در کا سوالی ہوں
جبریل نے جس در پہ آواز لگائی ہے
پھیلا ہوا پایا ہے دامان کرم ان کا
جب رہبر طیبہ کو کچھ نیند سی آئی ہے
وہ چشم کرم، دیکھیں اٹھتی ہے کدھر خوگر
اک سمت ہے دیوانہ اک سمت خدائی ہے

جناب مختار احمد مختار قریشی النظامی سہارنپوری

•

صبحِ شبِ اسریٰ یہ کہتی ہوئی آئی ہے
تا عالمِ بے رنگی "حضرت کی رسائی ہے
جینے کی ضمانت ہے سرکار کی فرقت میں
یہ دردِ جدائی بھی کیا دردِ جدائی ہے
دربارِ محمد میں تخصیص نہیں زاہد
تیری بھی رسائی ہے میری بھی رسائی ہے
سر سے نہ سہی سجدہ آنکھوں ہی سے کرلیں گے
"ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے"
مختارِ دو عالم پر بھیجا ہے درود اوّل
مختارِ نظامی نے پھر نعت سنائی ہے

جناب شاکر الہ آبادی

یہ بزم دو عالم کیوں تخلیق میں آئی ہے
مطلوب کی خاطر سے طالب نے سجائی ہے

میں خوش ہوں مجھے دنیا دیوانہ سمجھتی ہے
اے عشق نبی تو نے عزت تو بڑھائی ہے

کیا شانِ فقیری ہے فقرائے محمد کی
باطن میں شہنشاہی ظاہر میں گدائی ہے

ایمان کی کہتا ہوں ایمان سے کہتا ہوں
حب شہِ والا بھی تقدیر سے پائی ہے

شاکر مری نظروں میں طیبہ کے مناظر ہیں
جیسے اسی دنیا میں جنت اتر آئی ہے

حضرتِ فتنہ دہلوی صاحب

اک روشنی کعبہ ایسی نظر آئی ہے
عظمت کبھی ملی ہم کو تہذیب کبھی پائی ہے

دنیا کے سلاطیں کو خاطر میں نہیں لاتا
اس در کا بھکاری ہوں جس در کی خدائی ہے

جس راہ سے گزروں گا منزل نظر آئے گی
سرکارِ دو عالم کی جب راہنمائی ہے
وہ جسمِ مبارک کی خوشبو کا ہے اک پہلو
دنیا کی بہاروں پر جو تازگی آئی ہے
ہر قلب کو تسکین ہے فیضانِ محمد سے
فتنہ ہے نہ بے تابی شر ہے نہ برائی ہے

محترم جناب بیدل صاحب جبلپوری

رب نے جو لگائی تھی، وہ تم نے بجھائی ہے
اب کون بجھائے وہ، جو تم نے لگائی ہے
دیوانہ مجھے کہکر، اے رحمتِ دو عالم
محشر میں مری بگڑی، کیا خوب بنائی ہے
تو ہو، ترا جلوہ ہو، میں ہوں، مری آنکھیں ہوں
تقدیر کہاں ایسی، ان آنکھوں نے پائی ہے
مالک تو ہے رب لیکن، تم دل کی اگر پوچھو
وہ قاسمِ نعمت ہیں، ان کی ہی خدائی ہے
جب روضۂ اقدس تک میں جا نہ سکا بیدلؔ
میت مری حسرت کی، ارماں نے اٹھائی ہے

●

جناب دانش ندوی

سرور کی عظمت یوں خالق نے بڑھائی ہے
وہ بعد خدا حاکم، محکوم خدائی ہے

ساقی کوثر کی آمد ہے زمانے میں
رحمت کی گھٹا اٹھ کر، کونین پہ چھائی ہے

کیا شانِ نوازش ہے، کیا حسن کرامت ہے
بگڑی ہوئی امت کی، تقدیر بنائی ہے

احمد کی محبت نے پہنچا دیا جنت میں
یا میری طرف کھنچ کر، جنت چلی آئی ہے

دانش جو ملاتی ہے اللہ سے بندوں کو
دنیا کو محمد نے، وہ راہ دکھائی ہے

محترم شاہ انصار صاحب الہ آبادی

دوری مدینہ سے وہ جان پہ بن آئی ہے
بے زندگی جیتا ہوں سرکار دہائی ہے

کس حسن کا پیمانہ چھلکا سرِ میخانہ
جلوے تڑپ اٹھے ہیں ساقی کی بن آئی ہے

یہ کس کو پکارا ہے میں نے دمِ بے تابی
دوڑی ہوئی رحمت کبھی بے ساختہ آئی ہے
جلوے بھی ترستے ہیں، نظروں کی زیارت کو
ترسی ہوئی آنکھوں میں کیا شکل سمائی ہے
بندہ ہوں محبت کا کافر ہوں کہ مومن ہوں
کچھ بات نہیں اس میں کیوں بات بڑھائی ہے

محترم شاہ فریدالحق صاحب فریدؔ بلیاوی

نظروں سے تری آقا کیا چیز چھپائی ہے،
تجھ کو تو ترے رب نے ہر بات بتائی ہے
امت پہ پڑی مشکل نرغہ میں مسلماں ہیں
منجدھار میں کشتی ہے سرکار دہائی ہے
صدقے تری رحمت کے قربان رسالت کے
اپنے تو رہے اپنے غیروں کی بنائی ہے
وہ خود ہیں مہ کامل اصحاب ستارے ہیں
قدرت نے یہ محفل بھی کیا خوب سجائی ہے
تعلیم رضاؔ نے یوں چمکایا محبت کو
انوار نبوت کی طلعت نظر آئی ہے

جناب حاصل ممتاز صاحب مرادآبادی

•

دنیا میں محمد کی تشریف جب آئی ہے
خوش ہو کے دو عالم نے اک عید منائی ہے
اس چاند کی تابانی محدود ہے نظروں تک
اس چاند نے تاریکی ہر دل کی مٹائی ہے
معراج تصور کا حاصل ہے یہی حاصلؔ
جلوے ہیں محمد کے اور جلوہ نمائی ہے

جناب اسلم برلاس رامپوری

•

دل ہجر محمد میں پاتا ہی نہیں تسکیں
یہ آگ بہت ہم نے اشکوں سے بجھائی ہے
وہ پھول ہوں گلشن کے یا چرخ کے تارے ہوں
اک نورِ محمد کی سب جلوہ نمائی ہے
طیبہ کی طلب دل سے کیونکر ہو جدا اسلمؔ
بھٹکے ہوئے راہی کو منزل نظر آئی ہے

•

جناب محشر بریلوی

رُخ تیرے سفینے کا دیکھا، جو سوئے طیبہ
موجوں نے رہِ منزل بڑھ بڑھ کے بتائی ہے
شاہانِ زمانہ کی عظمت سے کہیں بڑھ کر
سرکارِ دو عالم کے کوچے کی گدائی ہے
مرقد میں فرشتوں سے کہہ دیں گے غلام ان کے
ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے

محترم سیّد مختار علی مختار اجمیری، کراچی

وہ شکل کہ جو تیرے محبوب نے پائی ہے
دنیا کی نگاہوں میں اس جیسی کب آئی ہے
جس مئے سے شعور آگیں ہوش آگیا رندوں کو
وہ ساقیِ کوثر نے آنکھوں سے پلائی ہے
مختار میں شاعر ہوں دربارِ رسالت کا
مت پوچھ کہ ہر لمحہ کیوں نغمہ سرائی ہے

●

محترم جناب مآئل اکبرآبادی

ہر ومہ والجنم کو در پیش گدائی ہے
خالق نے وہ نورانی تصویر بنائی ہے
دیکھا جو مدینے کو پھر گھر کو نہیں دیکھا
اک شمع جلائی ہے اک شمع بجھائی ہے
ہے پیش نظر مآئل تصویر محمد کی
آنکھوں میں سمائی ہے دل میں اتر آئی ہے

جناب عابد برہانپوری

زلف و رُخِ احمد کو، جو چوم کے آئی ہے
وہ موجِ صبا سایہ اور دھوپ بھی لائی ہے
انساں کے تخیل کی سرحد میں نہیں آتی ہے
عظمت جو محمد نے معراج میں پائی ہے
عابد جسے مل جائے الفت شہ بطحا کی
ہے رب ملے اس کا اور اس کی خدائی ہے

●

جنابِ سرورؔ اکبر آبادی

•

تو رحمتِ عالم ہے خورشید خدائی ہے
ذروں نے ضیا پاشی رُخ سے ترے پائی ہے
خوشبو سے معطّر ہے کیوں موجِ نسیم آخر
جالی ترے روضے کی کیا چوم کے آئی ہے
نرغے میں مصائب کے دیکھا ہے سرورؔ اکثر
ہمت بھی بندھائی ہے، بگڑی بھی بنائی ہے

•

جنابِ وفاؔ یوسف پوری

•

کثرت نے وہیں پائی رسوائی و سرکوبی
جب آپ نے وحدت کی تلوار اٹھائی ہے
فاران کی چوٹی سے جو بات سنائی ہے
وہ روح میں گونجی ہے اور دل میں سمائی ہے
ہے دل کی خوش الحانی اور نعتِ وفاؔ شیریں
آہنگِ عراقی میں یہ نغمہ سرائی ہے

•

جناب عشرت انجم

الحمد کی آیت سے والناس کی آیت تک

ہر رُخ سے ہمیں تم نے تہذیب سکھائی ہے
سرکار مدینہ سے لو جب بھی لگائی ہے
خوشبو کی گھٹا اٹھ کر احساس پہ چھائی ہے
یادِ شہِ والا سے ہٹ جاؤں اگر انجم
ہر صبح پرائی ہے ہر شام پرائی ہے

جناب اعجاز رحمانی

کیا چشمِ تصور کی اعجاز رسائی ہے!
گھر بیٹھے مدینے کی تصویر دکھائی ہے
میخانۂ بطحا میں جس وقت قدم رکھا
صہبا مرے ساغر میں فردوس سے آئی ہے
اعجاز مقدر کی اصلاح تھی نا ممکن
اس در پہ جبیں رکھ کر تقدیر بنائی ہے

جناب مقبولؔ الوری

•

ہر عاصی و مومن کی محشر میں بن آئی ہے
دامانِ محمدؐ کے سائے میں خدائی ہے
خاطر میں بھلا لائے کیا خاک زمانے کو
جو ان کا ہے دیوانہ جو ان کا فدائی ہے
مقبولؔ فرشتوں میں ہے شور درودوں کا
اے صلِّ علیٰ تم نے کیا نعت سنائی ہے

•

جناب شمیمؔ جلیسدی

•

کس کے رُخِ روشن کی تصویر دکھائی ہے
اک کیفیت وحشی دیوانے پہ چھائی ہے
فیضانِ رضا سے کبھی سیراب ہوئے لاکھوں
یہ نہر اسی دریا سے اے دل نکل آئی ہے
خوشبو جو شمیمؔ آئی اس زلف معنبر کی
دن کی شبِ تیرہ میں طلعت نظر آئی ہے

جنابِ اخگر مرادآبادی

عشقِ شہِ طیبہ میں کیا بزم سجائی ہے
یہ کچھ رنگ تمنا ہے کچھ سوزِ جدائی ہے

ہر ذرہ چمکتا ہے ہر خار مہکتا ہے!
کیا راہِ مدینہ میں جنت سمٹ آئی ہے

معراج میں بھی اخگر قدموں کی صدا آئی
دیوانۂ احمد کی کس درجہ رسائی ہے

جناب عارف عثمانی بریلوی

ارمانِ حضوری کی یہ کیف فزائی ہے
کیا دشت نوردی ہے کیا آبلہ پائی ہے

آ کر درِ اقدس پر زوّار مدینہ نے
جس سمت بھی دیکھا ہے جنت نظر آئی ہے

ہر بندۂ عاصی پر ہے ان کا کرم عارفؔ
جس نے بھی پکارا ہے بات اس کی بن آئی ہے

•

جناب مسعود ہوش عارفی

منہ موڑ کے دنیا سے جو تم سے لگائی ہے
اک شمع جلائی ہے اک شمع بجھائی ہے

اس دل کے مقابل میں کیا ساغر جمشیدی
جس دل میں دو عالم کے آقا کی رسائی ہے

آنکھوں میں بھی نور آیا دل میں بھی سرور آیا
اے ہوش یہ پہلو میں کیا شے اتر آئی ہے

جناب منتظر بدایونی

مجھ کو درِ اقدس تک ارمانِ رسائی ہے
لیکن غمِ دوراں نے دیوار اٹھائی ہے

اب فیصلہ کرنا ہے اے جذبۂ دل مجھ کو
اک سمت محمد ہیں اک سمت خدائی ہے

ٹوٹی ہے گناہوں کی زنجیر شفاعت سے
کیا دورِ اسیری ہے کیا شانِ رہائی ہے

جناب پیامی مراد آبادی

•

توصیفِ شہِ بطحا ہونٹوں پہ پھر آئی ہے
اب میرے تخیل کی تا عرش رسائی ہے
فیضانِ رسالت کا' اعجاز اسے کہیئے !
بن دیکھے ہی دل ان کا شیدا ہے فدائی ہے
فیض ان کا، پیامی ہے میری یہ سخن گوئی
در سے شہِ والا کے دولت یہی پائی ہے

•

جناب جمیل احمد صاحب نظر بریلوی

•

ہم تک جو مدینے کی گردِ سفر آئی ہے
آنکھوں سے لگایا ہے آنکھوں میں لگائی ہے
یہ عفو و عطا ان کی یہ فضل و کرم ان کا
جو بات کبھی بگڑی ہے وہ آقا نے بنائی ہے
لیتا ہے سبق اس سے ہر شخص نظر اب تک
افکار کی دنیا میں وہ شمع جلائی ہے

•

جناب مشرف حسین اختر صدیقی بریلوی

•

اے شاہِ رضا تو نے کیا دھوم مچائی ہے
جو بات کبھی تو نے ہر لب پہ وہ آئی ہے
اس عرس کو حاصل ہے کچھ ایسی ہمہ گیری
ہر شہر کی آبادی اس عرس میں آئی ہے
روشن مری قسمت کا پھر آج ستارہ ہے
حاصل جو مجھے اختر اس در کی گدائی ہے

جنابِ صوفی مسعود احمد رہبر چشتی کاشمیری

•

اب وادیٔ سینا کے منظر ہیں نگاہوں میں
سینے میں محبت کی قندیل جلائی ہے
خورشید و قمر انجم گلہائے طرب کیا ہیں
سب نورِ مجسم کی یہ جلوہ نمائی ہے
اب جانب منزل ہی اٹھتا ہے قدم رہبر
کونین کے رہبر نے وہ راہ دکھائی ہے

•

جناب محمد عیسےٰ رونقؔ عظیم آبادی

الفت شہِ بطحا کی جس دل میں سمائی ہے
وہ دل ہے ہمارا دلا اس دل کی خدائی ہے
خالق نے شرف بخشا یہ سرورِ عالم کو
بگڑی ہوئی امت کی ہر بات بنائی ہے
کیا پوچھتے ہو رونقؔ تم حالت بے تابی
یادِ شہِ بطحا میں اب دل پہ بن آئی ہے

●

جنابِ صابرؔ رائے پوری

●

قرآنِ مقدس نے یہ بات بتائی ہے
شیدا جو نبی کا ہے وہ حق کا فدائی ہے
سر غیر کی چوکھٹ پہ جھکتا نہیں مومن کا
بندہ وہ خدا کا ہے احمد کا فدائی ہے
معراج بشر کی ہے معراجِ محمد سے
توقیر بشر نے یہ حضرت ہی سے پائی ہے

●

جناب طاہر جوناگڑھی

•

جب یاد مدینے کی دل میں میرے آئی ہے
کیفیت نورانی دل پہ مرے چھائی ہے!
رحمت کا تقاضا ہے مجرم نہ پریشاں ہو
رحمت کے اشارے نے امید بندھائی ہے
اے کاش سرِ محشر یہ آئے ندا طاہر
چھیڑو نہ اسے کوئی یہ ان کا فدائی ہے

جناب حاجی احمد حسین احمد بدایونی

•

پہلو نے مرے دل میں اک دھوم مچائی ہے
احمد تو مدینے چل بس رٹ یہ لگائی ہے
آئوں نہ مدینے سے واپس میں کبھی یارب
کہتی ہی رہے دنیا کیوں چھاؤنی چھائی ہے
سرکار مدینہ پر پڑھتا ہے سلام احمد
پوچھے کوئی نجدی سے کیا اس میں برائی ہے

•

جنابِ رشک بدایونی

•

خوشبو سے مہک اٹھا دل اور دماغ اپنا
یہ بادِ صبا شاید طیبہ سے پھر آئی ہے
ممکن ہے کہ محشر میں اللہ بھرم رکھ لے
دامن پہ محمد کے تقدیر تو لائی ہے
سرکارِ دو عالم ہیں اک نور کے گھیرے میں
معراج کی شب واللہ کیا جلوہ نمائی ہے

جنابِ احسان بیکانیری

•

ہیں خاک نشیں پھر بھی قدموں میں خدائی ہے
یوں احمدِ مرسل کے بندوں کی بن آئی ہے
ہے رشک فرشتوں کو انسان کی فطرت پر
اس خاک کے پتلے کی کیا شان بڑھائی ہے
جو وادیٔ سینا میں موسیٰؑ سے تھی پوشیدہ
معراج میں بلوا کے وہ بات بتائی ہے

•

جنابِ فیض الرحمٰن فیضؔ

•

جس نے رہِ طیبہ میں جاں اپنی گنوائی ہے
دربارِ الٰہی میں اس کی ہی رسائی ہے
ہر شے ہے دو عالم کی سرکار کے قبضے میں
محبوب خدا ہیں وہ، سب ان کی خدائی ہے
میں بندۂ مسکیں ہوں کیا شعر مرے فیضؔ
سرکار کا صدقہ ہے آقا کی بڑائی ہے

جنابِ برکاتیؔ

•

سینہ ہے کہ الفت کی اک نادی سینا ہے
کیا عشق محمدؐ کی اعجاز نمائی ہے
اُس گنبدِ خضرا کا اللہ سے نظارا
ہر ایک نظر گویا جلووں میں نہائی ہے
یہ ارض و سما سب ہیں ممنون کرم تیرے
بعثت سے تری قائم یہ ساری خدائی ہے

•

جناب محمد احمد خاں احمدؔ بریلوی

یکتائی صنعت کی یہ شان دکھائی ہے
اللہ نے بے سایہ وہ ذات بنائی ہے

وہ عالم ہستی ہو یا عالم عقبیٰ ہو
اپنی تو ہر اک بگڑی آقا نے بنائی ہے

احمدؔ نے محمد کو دل ہی کے قریں پایا
ان سے نہ جدائی تھی ان سے نہ جدائی ہے

جناب الشاہد الازہری القادری

اللہ تعالیٰ نے اک شمع جلائی ہے
بدروالوں نے طیبہ کے لو اس سے لگائی ہے

قربان ہیں سب عیدیں میلاد مبارک پر
صدقے میں انہیں کے تو یہ عید منائی ہے

ہر شعر انوکھا ہے ہر نغمہ نرالا ہے
کیا بات تیری شاہدؔ کیا نعت سنائی ہے